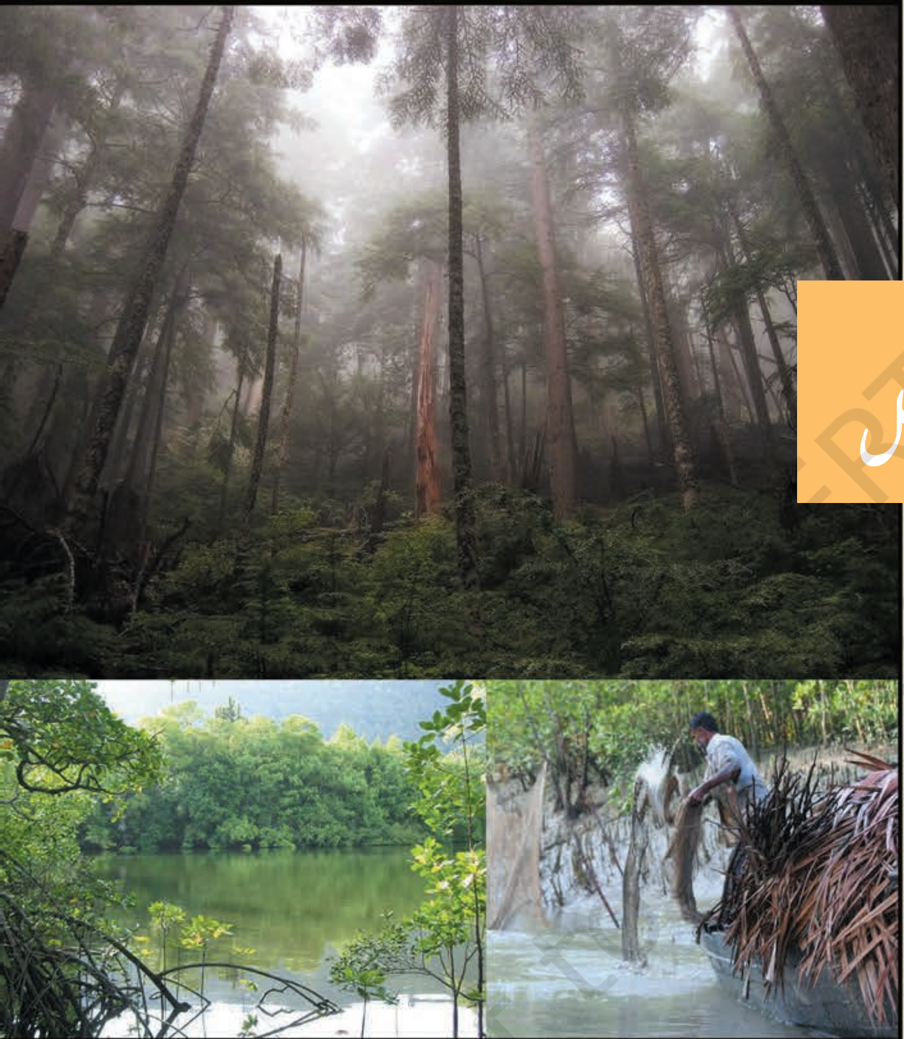

1992 میں ہوئی Earth Summit کی وجہ سے ماحولیاتی مسائل نے عالمی سیاست میں مرکزی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ اوپر کی تصویروں میں بارانی جنگلات اور چمرنگ کے علاقے دکھائے گئے ہیں۔

5272CH08

باب 8
ماحولیات اور قدرتی وسائل

اجمالی نظر

یہ باب عالمی سیاست میں ماحول کی بڑھتی ہوئی اہمیت اور وسائل کے مسائل کا جائزہ لے گا۔ اور کچھ ماحولیاتی تحریکوں کا تقابلی زاویہ نظر سے بھی تجزیہ کرے گا جو 1960 کے عشرے کے بعد سے ماحولیات کے پس منظر میں سامنے آئیں۔ وسائل کی مشترک ملکیت کے خیالات اور عالم گیر پیمانے کے مشترکہ وسائل بھی زیرِ بحث آئیں گے۔ ہم مختصر طور سے حال ہی میں ماحولیات پر ہوئی بحثوں میں ہندوستان کے موقف کا تذکرہ بھی کریں گے۔ اس کے بعد وسائل کی دوڑ میں جغرافیائی سیاست کا ذکر ہوگا۔ اس باب کا خاتمہ ہم سرسری طور پر معاصر سیاست کے نظریے سے مقامی لوگوں کے اندیشوں اور اٹھتی ہوئی آوازوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کریں گے۔

©NCERT not to be republished

جنگلات میں سیاست! پانی میں سیاست! ماحولیات میں سیاست! پھر آخر غیر سیاسی کیا ہے؟

عالم گیر سیاست میں ماحولیاتی تشویشیں

اس کتاب میں ہم نے عالمی سیاست پر بحث کی ہے لیکن اس کو جنگوں، معاہدوں، ریاستی قوت کا عروج وتنزل، بین الاقوامی میدان میں عوام کی منتخب شدہ حکومتوں کے تعلقات اور بین الحکومتی تنظیموں کے کردار تک محدود رکھا ہے۔ ساتویں باب میں ہم نے موضوع کو کچھ اور وسعت دی اور وباؤں اور غربت کے تذکرے کو بھی اس میں شامل کرلیا۔ اور یہ ایسا مشکل کام بھی نہیں تھا کیونکہ ہم سب کو معلوم ہے کہ حکومتوں کا کام ان پر قابو پانا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ عصری سیاست کے زمرے میں آتے ہیں؟ لیکن آیئے اب کچھ اور مسائل پر نظر ڈالیں۔ کیا آپ کے خیال میں ان کو عصری سیاست میں جگہ مل سکتی ہے؟

بحر ارال کے نزدیک ہزاروں لوگوں کو اپنا گھر چھوڑنا پڑا کیونکہ زہریلے پانی کی وجہ سے مچھلیوں کی تجارت بالکل تباہ ہوگئی تھی۔ جہاز رانی اور اس سے متعلقہ دیگر سرگرمیاں بھی ختم ہوگئیں۔ زمین پر نمک کے بڑھتے ہوئے ارتکاز سے فصلوں میں غلّہ بھی کم اُگا۔ اس سلسلے میں متعدد مطالعہ جات کیے گئے ہیں۔ بلکہ اس سلسلے میں مقامی لوگ یہ لطیفہ بھی سناتے ہیں کہ اگر ہر وہ شخص جو بحر ارال کے مطالعہ کے لیے آیا، ایک بالٹی پانی بھی ساتھ لے کر آتا تو اب تک سمندر بھر چکا ہوتا۔

ماخذ: www.gobertimes.org

- دنیا بھر میں قابلِ کاشت زمین میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے اور موجودہ زرعی زمین کا ایک اچھا خاصا حصہ اپنی زرخیزی سے بھی محروم ہوتا جارہا ہے۔ گھاس کے میدانوں سے ان کی پیداوار سے زیادہ وصولا جارہا ہے اور زیادہ سے زیادہ مچھلیاں پکڑی جارہی ہیں۔ پانی کے ذخائر میں کمی اور آلودگی کی وجہ سے غذائی پیداوار کافی محدود ہوگئی ہے۔
- UNDP کی 'فروغ انسانی رپورٹ 2006' کے مطابق ترقی یافتہ ممالک میں تقریباً 1.2 بیلین لوگوں کی صاف پانی تک رسائی نہیں ہے اور 2.6 بیلین لوگ صفائی کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں جس کی وجہ سے ہر سال تیس لاکھ بچوں کی موت واقع ہوتی ہے۔
- قدرتی جنگلوں کو کاٹا جارہا ہے اور لوگ اپنی بستیوں سے ہٹائے جارہے ہیں۔ حالانکہ یہ جنگل آب و ہوا میں یکسانیت اور پانی کی فراہمی میں اعتدال قائم رکھتے ہیں اور ساتھ ہی اس زمین پر پائی جانے والی مختلف النوع جانداروں کی اکثریت کو پناہ دیتے ہیں لیکن ان کا نقصان ہنوز جاری ہے کیونکہ جہاں یہ اقسام زیادہ پائی جاتی ہیں وہاں ان کی رہائش گاہوں اور مسکنوں کو تباہ کیا جارہا ہے۔
- زمین کی فضائے متغیّرہ میں (جس کو عام طور سے ozone hole کہا جاتا ہے) ozone کی کل مقدار میں آہستہ لیکن مسلسل کمی کے باعث ماحولیاتی نظام اور انسانی صحت کے لیے زبردست خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔
- اس کے علاوہ ساحلی آلودگی بھی عالمی پیمانے پر

© NCERT not to be republished

بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ کھلے سمندر مقابلتاً صاف ہیں لیکن زمین پر ہونے والی سرگرمیوں کے باعث ساحلی علاقے زیادہ سے زیادہ آلودہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اگر انھیں روکا نہیں گیا تو دنیا بھر میں ساحلی علاقوں میں پھیلی ہوئی یہ وسیع انسانی بستیاں سمندر کے ماحول کے معیار میں اور زیادہ گراوٹ کا سبب بن سکتی ہیں۔

آپ یہاں یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کیا ہم قدرتی مظاہر کے بارے میں گفتگو نہیں کر رہے ہیں؟ جسے سیاست کے بجائے جغرافیہ میں پڑھایا جانا چاہیے، لیکن اس پر ایک بار پھر غور کیجیے۔ اگر مختلف حکومتیں اس ماحولیاتی تنزل کو جو اس باب میں گنائے گئے ہیں، روکنے کی کوشش کرتی ہیں تو اس کے نتائج بہر حال سیاسی ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان میں زیادہ تر مسائل ایسے ہیں کہ محض ایک اکیلی حکومت ان پر توجہ نہیں دے سکتی۔ لہٰذا ان کا عصری سیاست کا حصہ بننا لازمی ہے۔ اگر مزید غور وفکر کیا جائے تو ماحولیات اور قدرتی وسائل کے مسائل حقیقت میں سیاسی ہی نظر آتے ہیں۔ ماحولیاتی تنزل کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کی قیمت کون چکاتا ہے؟ اس کی اصلاح کا ذمہ دار کون ہے؟ زمین کے قدرتی وسائل پر کس کو کتنا اختیار ہے؟ یہ سب مل کر یہی سوال اٹھاتے ہیں کہ اصل میں کون کتنا طاقت ور ہے اور یہ سب اہم سیاسی سوالات ہیں۔

حالانکہ ماحولیاتی تشویشوں کی تاریخ کافی طویل ہے۔ لیکن معاشی فروغ کے ماحولیاتی نتائج کے بارے میں بیداری 1960 کے بعد ہی سے آنی شروع ہوئی۔ 1972 میں 'دی کلب آف روم (The Club of Rome)' 'انجمن دانشوراں' نے ایک کتاب 'فروغ کی حدود' (Limits to Growth) شائع کی جس میں زمین کے گھٹتے اور معدوم ہوتے ہوئے وسائل کی دنیا کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کے مقابلے میں بڑی ڈرامائی تصویر کشی کی۔ بین الاقوامی تنظیموں نے جن میں اقوام متحدہ کا ماحولیاتی پروگرام (United Nsations Environment Programme) بھی شامل ہے۔ کانفرنسیں منعقد کرنا شروع کیں۔ اور اس تفصیلی تحقیق میں لگ گئیں کہ ماحولیاتی مسائل کا مربوط اور عملی سامنا کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت سے 'ماحول' عصری سیاست کا ایک اہم جز بن کر ابھرا ہے۔

ماحولیاتی مسائل پر عالمی سیاست میں بڑھتی ہوئی توجہ اس وقت اور مستحکم ہوگئی جب 1992 میں برازیل کے شہر Rio de Janeiro میں اقوام متحدہ کی کانفرنس ماحولیات اور فروغ (Environment & Development) منعقد ہوئی۔ اسی کو Earth

(کارٹون) عالم گیر درجۂ حرارت میں اضافہ © Ares, Cagle Cartoons Inc.

آپ کے خیال میں انگلیوں کو چمنیوں کی طرح اور دنیا کو لائٹر کیوں بنایا گیا ہے۔

آئیے کریں

ان خبروں کے تراشے جمع کیجیے جنھیں آپ کے اپنے علاقے میں سیاست اور ماحولیات کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑا گیا ہو۔

© NCERT not to be republished

نظر۔ ریوڈی جیفرو کی چوٹی کانفرنس میں یہ بات بہت واضح طور پر سامنے آئی کہ دولت مند اور ترقی یافتہ پہلی دنیا کے ممالک، جن کو عام طور سے 'عالم گیری شمال' (Global North) کہا جاتا ہے، غریب اور ترقی پذیر تیسری دنیا کے ممالک، جنھیں عام طور سے 'عالم گیر جنوب' (Global South) کہا جاتا ہے، سے الگ ماحولیاتی پروگرام پر عمل کررہے ہیں۔ شمالی ممالک ozone کی مقدار میں کمی اور آفاقی درجۂ حرارت میں اضافے کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ اس کے برعکس جنوبی ریاستیں فکرمند تھیں کہ ماحولیاتی نظم ونسق اور معاشی ترقی کے درمیان تعلق پر غور کیا جائے۔

ریوڈی جنیرو کی چوٹی کانفرنس کے نتیجے میں آب وہوا میں تبدیلی، جنگلات اور مختلف انواع کی حیاتیات پر مجلسیں منعقد ہوئی اور ترقی کے عمل کی ایک فہرست کی سفارش کی گئی جس کو 'ایجنڈا 21' کا نام دیا گیا۔ لیکن اس نے اکثر مشکلات اور اختلافات کو بغیر کسی فیصلے کے چھوڑ دیا۔ بہر حال اس بات پر اتفاق رائے ہوگیا کہ معاشی ترقی کو ماحولیات سے ہم آہنگ کیا جائے گا۔ ترقی کی جانب اس رجحان کو عام طور سے پائیدار فروغ (Sustainable Development) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مسئلہ یہ تھا کہ آخر اس کو کس طرح سے حاصل کیا جائے۔ کچھ تنقید نگاروں کا خیال ہے کہ ایجنڈا 21 ماحولیاتی تحفظ کے بجائے معاشی ترقی کے حق میں ہے۔ آیئے ہم ماحولیات کی عالمی سیاست کے کچھ متنازع فیہ مسائل پر نظر ڈالتے ہیں۔

عالم گیر مشترکات کی حفاظت:

مشترکات (Commons) دراصل وہ وسائل ہیں جن

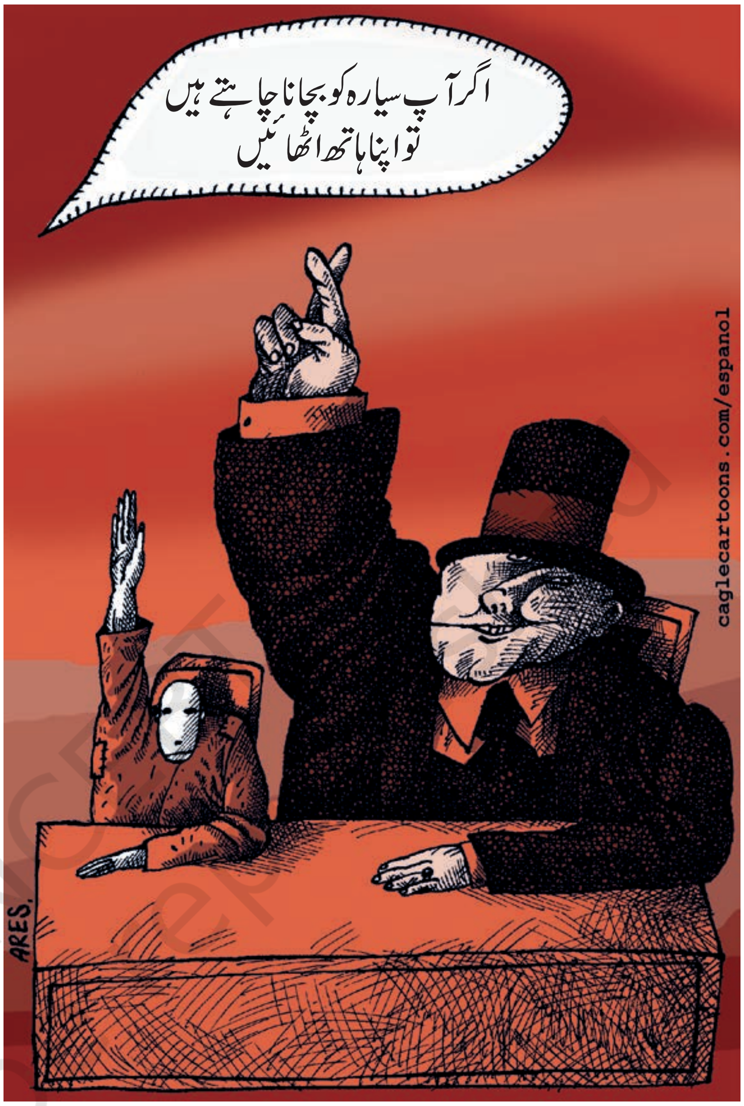

کیا خطہ ارض کے تحفظ کے لیے غریب اور دولت مند ملکوں کے الگ الگ نظریات ہیں؟

Summit بھی کہتے ہیں۔ اس چوٹی کی کانفرنس میں 170 ملکوں، ہزاروں NGOs یعنی غیر سرکاری تنظیموں اور کئی کثیر الاقوامی کارپوریشن نے شرکت کی تھی۔ پانچ سال پہلے 1987 کی برنٹ لینڈ رپورٹ 'ہمارا مشترکہ مستقبل (Our Common Future)' نے یہ تنبیہہ کی تھی کہ معاشی ترقی کے روایتی انداز طویل عرصے تک شانہ بہ شانہ نہ چل سکیں گے، خاص طور سے 'جنوب' کی جانب سے مزید صنعتی ترقی کے مطالبے کے پیشِ

انٹارکٹیکا (ANTARCTICA)

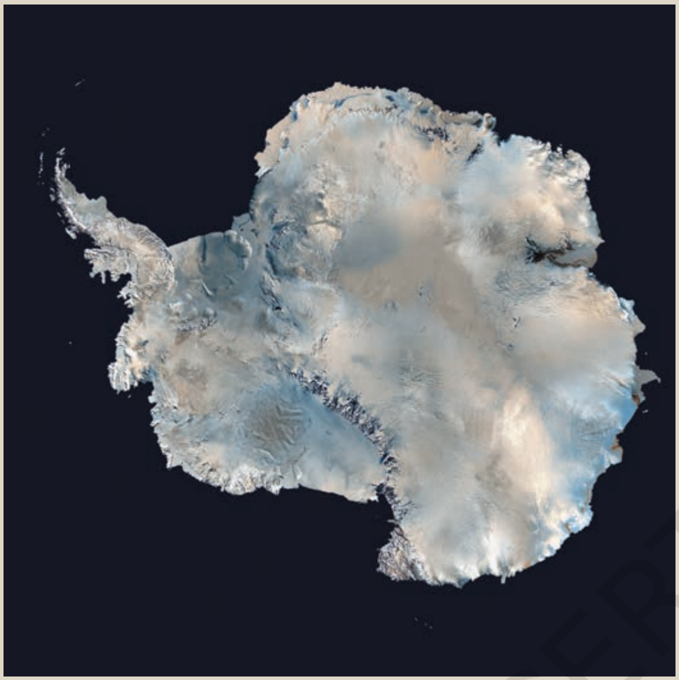

نقشہ قطب جنوبی

انٹارکٹیک براعظم کا رقبہ 14 ملین مربع کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے اور دنیا کے غیر آباد علاقے کا 26% حصہ ہے۔ خطہ ارض کے 90% برف کی اور 70% تازہ پانی کی نمائندگی کرتا ہے۔ قطب جنوبی میں مزید 36 ملین مربع کلومیٹر سمندر بھی شامل ہے۔ اس میں زمینی زندگی کم ہے لیکن سمندری ماحولیاتی نظام بہت زرخیز ہے جس میں چند قسم کے پودوں، دودھ پلانے والے سمندری جانور، مچھلیوں اور پرندوں کے غول درغول جنھوں نے اپنے کو مشکل حالات کا عادی بنالیا ہے۔ اس کے علاوہ کیرل (Krill) ہے جس کی سمندری غذا کے سلسلے میں مرکزی حیثیت ہے اور جس پر اور دوسرے جانور انحصار کرتے ہیں۔ قطب جنوبی موسمیاتی توازن برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ برف کی گہری تہیں گرین ہاؤس (green house) گیس کے ارتکاز اور ہزاروں سال پہلے کے ماحولیاتی درجۂ حرارت کے بارے میں مفید معلومات کا ذریعہ ہیں۔

دنیا میں سب سے زیادہ سرد، سب سے زیادہ دور اور سب سے زیادہ طوفان خیز براعظم کا مالک کون ہے۔ اس سلسلے میں دو دعوے دار ہیں۔ کچھ ملک جیسے کہ برطانیہ، ارجنٹائنا، چلی، ناروے، فرانس، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ نے یہاں کی سرزمین پر قانونی دعووں سے اقتدار اعلیٰ یا خود مختاری تک کے وعدے کیے ہیں۔ دوسری ریاستوں میں سے اکثر نے متضاد نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ ان کے خیال میں قطب جنوبی 'عالم گیر مشترکات' میں سے ہے اور کسی ایک ریاست کے دائرہ اقتدار میں نہیں آسکتا۔ ان اختلافات نے بہرحال ان کوششوں پر روک نہیں لگائی جو قطب جنوبی کے ماحول اور ماحولیاتی نظام کے دفاع کے لیے کی جارہی تھیں۔ ان کوششوں میں وہ اصول وضوابط بھی شامل ہیں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے نئی خصوصیات کے حامل اور دوررس ہیں۔ قطب جنوبی اور قطبی (Arctic) علاقے، ماحولیاتی تحفظ کے خصوصی علاقائی قوانین کے پابند ہیں۔ 1959 کے بعد سے یہاں پر ہونے والی سرگرمیوں کو 'سائنسی تحقیق' مچھلیوں کی تجارت اور سیاحت تک محدود کردیا گیا ہے۔ ان اقدامات کے باوجود بھی علاقے کے بعض حصوں کو اس آلودگی سے نہیں بچایا جاسکا جو تیل کے فضول بہنے کی وجہ سے وہاں ہے۔

کا مالک کوئی ایک نہیں ہوتا بلکہ پوری کمیونیٹی اس کی حصے دار ہوتی ہے۔ یہ ایک 'کامن روم' یا 'کمیونٹی سنٹر' یا پارک یا دریا بھی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح سے دنیا کے کچھ علاقے بھی ایسے ہیں جو کسی بھی ریاست کے دائرہ اقتدار سے باہر ہیں اور اس لیے بین الاقوامی برادری کو مشترکہ طور پر اس کا انتظام وانصرام کرنا ہے۔ یہ علاقے عالم گیر مشترکات (global commons) کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ان میں خطّہ ارض کا ماحول، قطب جنوبی، (دیکھیے Box) سمندر کی تہہ اور خلا شامل ہیں۔

عالم گیر مشترکات کے سلسلے میں ایک دوسرے سے تعاون آسان نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں کئی معاہدے ہوئے ہیں جیسے 1959 کا انٹارکٹیکا معاہدہ (Antarctic Treaty)، 1987 کی مانٹر یل پروٹوکول (Montreal Protocol) اور 1991 کی انٹارکٹیکا ماحولیاتی پروٹوکول

بہت جلد چاند کی ماحولیاتی خستہ حالی واقع ہوجائے گی۔

© NCERT not to be republished

براعظم افریقہ میں 1970 کی دہائی میں یہ سب سے بڑی تباہی تھی۔ جس نے پانچ ملکوں کی بہترین زرعی زمین کو سخت پتھریلی بنجر زمین میں تبدیل کر دیا۔ درحقیقت ''ماحولیاتی پناہ گزین''(Environmental Regfugees) کی اصطلاح اسی تباہی کے بعد عام ہوئی۔ اکثر لوگوں کو اپنا گھر چھوڑنا پڑا کیونکہ زراعت ناممکن ہوگئی تھی۔
ماخذ: www.gobartimes.org

(Antartic Environmental Protocol) تمام ماحولیاتی مسائل کے ساتھ ایک خاص پریشانی یہ ہے کہ ایک مشترکہ ماحولیاتی پروگرام پر اتفاق نہیں ہوسکتا کیونکہ سائنسی معلومات اور اوقات کا معمول اس سلسلہ میں مبہم اور غیر واضح ہے۔ اس ضمن میں 1980 کی دھائی میں ozone hole کی دریافت نے ان مواقع اور ساتھ ہی ساتھ ان خطرات کا بھی انکشاف کیا جو عالم گیر ماحولیاتی مسائل کے حل کرنے کے ساتھ منسلک ہیں۔

بالکل اسی طرح 'عالمگیر مشترکات' کی حیثیت سے باہری خلا کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ان علاقوں کا نظم و نسق بھی جنوب اور شمال کی عدم مساوات یا نابرابری سے متاثر ہے۔ جہاں تک زمینی فضا اور سمندر کی تہوں کا سوال ہے تو یہاں اہم مسئلہ ٹکنالوجی اور صنعتی ترقی کا ہے۔ یہ اہم اس لیے ہے کہ باہری خلا میں تحقیقی سرگرمیوں کے فوائد، موجودہ نسل یا مستقبل کی نسل کے لیے، برابری سے کہیں آگے ہیں۔

مشترک لیکن ممتاز ذمہ داری

ہم نے اوپر دیکھا کہ شمال اور جنوب کے ملکوں میں ماحول کے مسئلے پر کتنی تفریق ہے۔ ترقی یافتہ ممالک چاہتے

آیئے کریں

Kyoto Protocol کے بارے میں اور معلومات جمع کیجیے۔ وہ کون سے اہم ممالک تھے جنھوں نے اس پر دستخط نہیں کیے تھے اور کیوں؟

ہیں کہ ماحولیاتی مسئلے پر بحث وہیں سے شروع ہونی چاہیے۔جیسا وہ اس وقت ہے اور ماحولیاتی تحفظ کے معاملے میں ہر ایک کو برابر کا شریک ہونا چاہیے۔جنوب کے ترقی پذیر ممالک کا یہ کہنا ہے کہ ماحولیات میں انحطاط اور فساد کا زیادہ تر ذمے دار وہ صنعتی فروغ ہے جو ترقی یافتہ ممالک کی دین ہے۔اگر وہ زیادہ انحطاط کے ذمے دار ہیں تو اس کی تلافی کا بڑا ذمہ بھی ان کو ہی اٹھانا چاہیے۔اس کے علاوہ ترقی پذیر ممالک ابھی صنعت کاری کے عمل کے دور سے گزر رہے ہیں لہٰذا ان کو ان پابندیوں میں نہیں باندھنا چاہیے جو ترقی یافتہ ملکوں پر عائد ہوتی ہیں۔ لہٰذا بین الاقوامی ماحولیاتی قانون سازی، اس کے نفاذ، فروغ اور ترجمانی میں ترقی پذیر ممالک کی خاص خاص ضرورتوں کو دھیان میں رکھنا چاہیے۔ریوڈی جنیرو کی 1992 کی چوٹی کانفرنس میں اس دلیل کو مان لیا گیا تھا اور اس اصول کو 'مشترک لیکن ممتاز ذمہ داریوں، کا نام دیا گیا۔

ریوڈی جنیرو کے اعلانیہ کے متعلقہ حصہ میں یہ کہا گیا ہے کہ ''ریاستیں ایک دوسرے سے ساجھے داری کے جذبہ کے ساتھ زمین کے ماحولیاتی نظام کی سالمیت اور صحت کو برقرار رکھنے حفاظت کرنے اور جمع کرنے میں تعاون کریں گی۔

عالم گیر ماحولیاتی انحطاط میں کم اور زیادہ حصے داری کے پیشِ نظر ریاستوں کی مشترکہ لیکن علاحدہ علاحدہ ذمے داریاں ہیں۔ترقی یافتہ ممالک کو ان ذمے داریوں کا پورا احساس ہے جو 'پائیدار فروغ' کے حصول کی تلاش میں' اور ان دباؤں کے پیش نظر جو ان کے سماج 'عالم گیر ماحولیات ، اور مالی اور ٹیکنالوجیکل وسائل جو ان کے تصرف میں ہیں،ان پر عائد ہوتی ہیں''۔

1992 میں منعقدہ United Nations Framework Convention on Climate Change (UNFCCC) یعنی اقوام متحدہ کے آب و ہوا کی تبدیلی کے خاکے کے اجلاس میں بھی یہی اعلان کیا گیا کہ تمام فریق برابری کی بنیاد پر اور مشترکہ لیکن ممتاز ذمہ داری اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق'' آب و ہوا اور موسمیات کے تحفظ کے لیے کام کریں گے۔اس کنونشن میں موجود تمام فریق اسی نکتے پر بھی متفق ہوئے کہ تاریخی اور موجودہ عالم گیر زہریلی گیسوں کا سب سے زیادہ اخراج ترقی یافتہ ممالک سے شروع ہوا۔اس بات کو بھی مانا گیا کہ ترقی پذیر ممالک میں یہ اخراج اب بھی فی کس کے تناسب سے مقابلتاً کم ہے۔لہٰذا چین، ہندوستان اور دوسرے ترقی پذیر ممالک کو کیوٹو پروٹوکول (Kyoto Protocol) کے مطالبات سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔کیوٹو پروٹوکول دراصل ایک بین الاقوامی معاہدہ ہے جس نے صنعتی طور سے ترقی یافتہ ممالک کے لیے گرین ہاؤس (زہریلی) گیس کے اخراج کے بارے میں حدود متعین کی ہیں۔کچھ اور گیسیں جیسے کاربن ڈائی آکسائڈ، میتھین، ہائیڈرو۔فلورو کاربن وغیرہ کو بھی عالم گیری درجۂ حرارت میں اضافے کے لیے کچھ حد تک ذمے دار سمجھا جاتا ہے۔عالم گیر درجۂ حرارت میں اضافہ زمین کے اوپر کی زندگی کے لیے تباہ کن نتائج کا باعث ہوسکتا ہے۔اس پروٹوکول پر جاپان کے شہر ٹوکیو میں 1997 میں دستخط ہوئے اور اس کی بنیاد UNFCCC کے پیش کردہ اصولوں پر تھی۔

مشترکہ ملکیت والے وسائل

مشترکہ ملکیت سے مراد کسی گروپ یا کمیونٹی کی ملکیت

یہ بھی ایک اچھا اصول ہے۔ جیسے کہ ہمارے ملک کی ریزرویشن پالیسی! ہے نا؟

© NCERT not to be republished

میں نے سنا ہے کہ لاطینی امریکا میں کچھ دریاؤں کو بیچا جا رہا ہے؟ کیا مشترکہ ملکیت کو بیچا جاسکتا ہے؟

ہے۔ ایک مانا ہوا اصول اس سلسلے میں یہ ہے کہ کمیونٹی یا گروپ کے اراکین کو کسی خاص وسیلہ یا وسائل کے استعمال کی حد، نوعیت اور اس کی دیکھ بھال کے متعلق تمام حقوق و فرائض حاصل ہیں۔ مثال کے طور پر ہندوستان میں صدیوں کے رواج اور مفاہمت کے ذریعے بہت سی دیہی برادریوں نے ان حقوق و فرائض کو واضح کر دیا ہے۔ کئی اسباب کی بنا پر جن میں ذاتی ملکیت بنانے کے رجحان، زراعت پر زور، آبادی میں اضافہ اور ماحولیاتی انحطاط شامل ہیں، مشترکہ ملکیت کو دنیا بھر میں سائز اور معیار کے اعتبار سے نقصان پہنچا ہے اور یہ غریبوں کی پہنچ سے بھی دور ہو گئی ہیں۔ مشترکہ ملکیت کے واضح تصور کے لیے سرکاری جنگلات میں موجود مقدس درختوں یا درختوں کے جھنڈ کی دیکھ بھال کے لیے جو ادارتی نظام بنایا گیا ہے کو دیکھا جاسکتا ہے۔ جنوبی ہندوستان کی جنگلات کی پٹی میں واقع مقدس درختوں کے جھنڈ روایتی طور سے گاؤں کی برادری ہی کے زیر انتظام رہے ہیں۔

ماحولیاتی مسائل پر ہندوستان کا موقف

1997 کے کیوٹو پروٹوکول پر ہندوستان نے اگست 2002 میں دستخط کیے اور پھر اس کی توثیق کی۔ ہندوستان چین اور دوسرے ترقی پذیر ممالک کو کیوٹو پروٹوکول کے مطالبات سے مستثنیٰ کر دیا گیا تھا کیونکہ گرین ہاؤس گیس کا اخراج (جو کہ آج کل کے دور میں عالمی درجہ حرارت میں اضافہ اور آب و ہوا میں تبدیلی کا ذمے دار سمجھا جاتا ہے) ان ممالک کے صنعت کاری کے

ہندوستان میں قابل احترام جنگلات

روایتی سماجوں میں مذہبی اسباب کی بنا پر قدرت یا فطرت کی حفاظت ایک قدیمی دستور رہا ہے۔ اس کی مثال ہندوستان کے مقدس یا قابل احترام جنگلوں (کچھ دیوی، دیوتاؤں کے نام، یا اجداد کی ارواح سے وابستہ کیے ہوئے جنگلی نباتات یا درختوں کے جھنڈ) میں دیکھی جاسکتی ہے۔ برادری کی ذمے داری پر مبنی وسائل کے نظم و نسق کے نمونے کے طور پر ان قابل احترام جنگلوں کو پچھلے چند سالوں سے جنگلاتی تحفظ کے لٹریچر (Literature) میں جگہ ملنے لگی ہے۔ یہ مقدس جنگل ایسے نظام کی طرح ہیں جو غیر رسمی طور سے روایتی برادریوں پر یہ دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ ایک ماحولیاتی سلیقہ کے مطابق قدرتی وسائل کی کٹائی چھنٹائی کرے۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ ان میں نہ صرف مختلف النوع جانداروں اور ماحولیاتی سرگرمیوں کو برقرار رکھنے کی صلاحیت ہے بلکہ تمدنی سرگرمیوں کو بھی۔

مقدس جنگلات، جنگلاتی تحفظ کے طریقوں کو ایک ٹھوس مجموعے کی شکل دیتے ہیں اور وہ مشترکہ ملکیت والے وسائل کے نظام کی خصوصیات میں برابر کے شریک ہیں۔ ان کا رقبہ کبھی درختوں کا چھوٹا سا جھنڈ ہوتا ہے اور کبھی سینکڑوں ایکڑ پر پھیلے ہوئے جنگل۔ روایتی طور سے قابل احترام جنگلوں کی قدر و قیمت اپنی روحانی اور تمدنی خصوصیات کی وجہ سے ہے۔ ہندو عام طور سے قدرتی اشیا کی پوجا کرتے ہیں جن میں درخت اور جنگل شامل ہیں۔ بہت سے مندروں کا اصل ماخذ یہی قابل احترام جنگل ہیں۔ ان جنگلوں کو محفوظ رکھنے کے پیچھے، قدرت کے ساتھ گہری مذہبی عقیدت کارفرما ہے نہ کہ وسائل کی قلت۔ پچھلے چند سالوں میں انسانی بستیوں اور ان کی توسیع نے ان جنگلوں کے کچھ حصوں کو ہتھیا لیا ہے۔

بہت سی جگہوں پر ان روایتی جنگلوں کی مروجہ شناخت، جنگلوں کے بارے میں حکومت کی نئی پالیسیوں کی وجہ سے دھندلی ہوتی جا رہی ہے۔ قابل احترام جنگلوں کی دیکھ بھال اور خدمت میں اس وقت دشواری پیش آتی ہے جب قانونی ملکیت اور عملی انتظام دو الگ الگ ہستیوں کے ہاتھ میں ہوا اور یہ دونوں ہستیاں، یعنی حکومت اور کمیونٹی یا برادری، قابل احترام جنگلوں کے استعمال کے بارے میں الگ الگ مقاصد اور لائحہ عمل رکھتے ہوں۔

© NCERT not to be republished

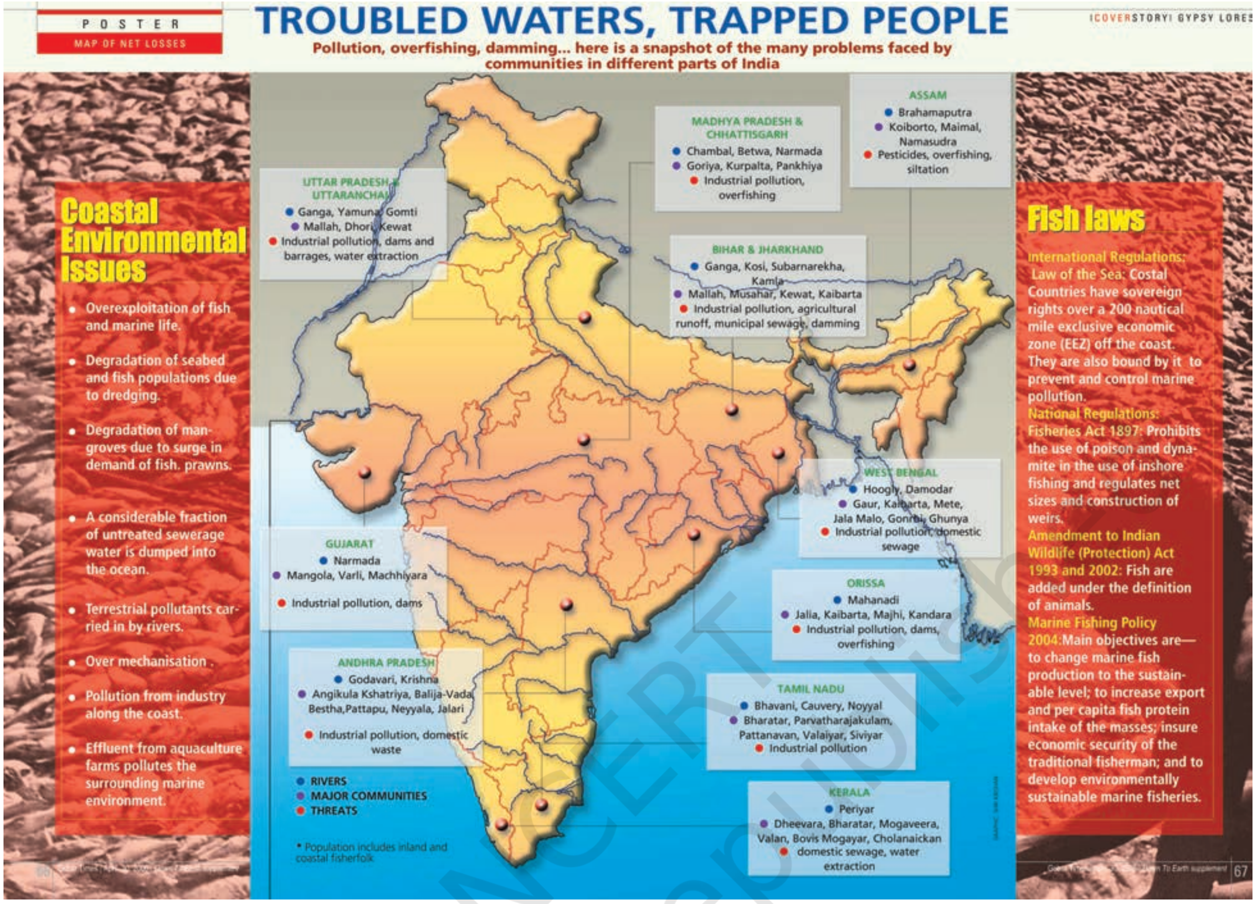

دور میں نسبتاً بہت کم تھا۔لیکن کیوٹو پروٹوکول کے ناقدین کا کہنا ہے کہ جلدی یا دیر میں، چین اور ہندوستان بھی دوسرے ترقی پذیر ممالک کے ساتھ گرین ہاؤس گیس کے اخراج میں بڑے حصے دار ہوجائیں گے۔ جون 2005 میں G-8 کی میٹنگ میں ہندوستان نے اس نکتے پر زور دیا کہ آبادی کے فی کس تناسب کے لحاظ سے ترقی پذیر ممالک میں گیس کے اخراج کی شرح ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں ایک قطرہ جیسی ہے۔مشترکہ لیکن ممتاز ذمہ داری کے اصول کے مطابق ہندوستان کا کہنا ہے کہ اس اخراج کی روک تھام کی بڑی ذمے داری ترقی یافتہ ممالک پر عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک طویل عرصے سے یہ کارروائی جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ہندوستان کی گفت و شنید کا دارومدار زیادہ تر تاریخی ذمہ داری کے اصول پر ہے جیسا کہ UNFCCC میں موجود ہے۔اس میں یہ مانا گیا ہے کہ گرین ہاؤس (زہریلی) گیس کے اخراج، خواہ وہ پہلے کی ہوں یا موجودہ، کے معاملہ میں ترقی یافتہ ممالک زیادہ ذمے دار ہیں۔ مزید یہ کہ، معاشی اور سماجی فروغ ترقی پذیر فریقوں کی اوّلین کوشش ہونی چاہیے۔ اس لیے ہندوستان ان بحث و مباحثہ سے فکر مند ہے جو ابھی حال ہی میں UNFCCC میں ہوئے جو تیزی سے ترقی کرتے ہوئے ممالک (جیسے برازیل، چین اور ہندوستان) کو ان کے ابتدائی وعدوں سے متعارف کرانا چاہتے ہیں اور ان کی زہریلی گیس کے اخراج کو محدود کرنا

میں سمجھ گیا! پہلے انھوں نے زمین کو برباد کیا اور اب ہماری باری ہے وہی کرنے کی! کیا یہی ہمارا موقف ہے؟

© NCERT not to be republished

چاہتے ہیں۔ ہندوستان کا خیال ہے کہ یہ رائے UNFCCC کی روح کو مجروح کرتی ہیں۔ نہ ہی یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان پر کوئی پابندی لگائی جائے جب کہ 2030 تک ملک کا فی کس کاربن کا اخراج دنیا کی 2000 تک کی 3.8 ٹن کی آدھی سے کم کی نمائندگی کرتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہندوستان میں 2000 میں گیس کے اخراج میں اضافہ 0.9 ٹن فی کس کے حساب سے 2030 میں 1.6 ٹن فی کس تک پہنچ جائے گا۔

ہندوستانی حکومت پہلے ہی سے اکثر پروگراموں کے ذریعے عالمی کوششوں میں شرکت کررہی ہے۔ مثال کے طور پر ہندوستان کی 'خودکار ایندھن پالیسی' گاڑیوں کو زیادہ صاف ستھرے ایندھن کی فراہمی کرنا ضروری قرار دیتی ہے۔ 2001 کے منظور شدہ توانائی کو بچانے کے قانون (The Energy Conservation Act) میں ان اقدامات کا خاکہ دیا گیا ہے جو توانائی کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے آزمائے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح سے 2003 کا Electricty Act قابل تجدید توانائی کے استعمال کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ قدرتی گیس کی درآمد اور کوئلے کی شفافیت کی ٹکنالوجی کے استعمال کی حوصلہ افزائی کا حالیہ رجحان یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہندوستان اس معاملے میں سنجیدہ کوشش کررہا ہے۔ حکومت ایک حیاتیاتی ڈیزل کا قومی مشن (National Mission on Biodiesal) کو شروع کرنے کے بارے میں بھی غور کررہی ہے۔ 2011-2012 تک تقریباً گیارہ ملین ایکڑ زمین بائیوڈیزل (Biodiesal) کی پیداوار کے لیے استعمال کرے گی۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے پاس دنیا کے قابل تجدید توانائی کے سب سے بڑے پروگرام ہیں۔

ریو میں ارضی چوٹی کانفرنس میں جو معاہدہ ہوا تھا ہندوستان نے 1997 میں اس کے نفاذ کا ایک جائزہ لیا۔ ایک قابل ذکر نتیجہ یہ سامنے آیا کہ نئے اور اضافی مالی وسائل اور رعایتی شرطوں پر ماحولیاتی اعتبار سے بہتر ٹیکنالوجی کے ترقی پذیر ممالک کو منتقلی کے پروگرام میں کوئی بامعنی اور خاطر خواہ اقدام نہیں کیے گئے ہیں۔ ہندوستان کے خیال میں یہ بہت ضروری ہے کہ ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ممالک کو مالی وسائل اور شفاف ٹیکنالوجی جلد سے جلد مہیا کریں تاکہ وہ UNFCCC سے کیے گئے وعدوں کو نباہ سکیں۔ ہندوستان کا یہ بھی خیال ہے کہ SAARC ممالک عالم گیر ماحولیاتی مسائل کے مقابلے کے لیے ایک مشترکہ حکمت عملی اختیار کریں تاکہ اس علاقے کی آواز میں زیادہ وزن پیدا ہو۔

ماحولیاتی تحریکات: ایک یا کئی؟

اب تک ہم نے دیکھا کہ بین الاقوامی سطح پر ماحولیاتی انحطاط کی مشکل پر حکومتوں کا کیا ردعمل رہا ہے۔ لیکن ماحولیاتی انحطاط یا تنزل کے چیلنج کا تشفی بخش جواب حکومتوں کی جانب سے نہیں بلکہ ان رضاکار گروہوں کی طرف سے آیا جو دنیا کے مختلف گوشوں میں کام کررہے ہیں اور ماحولیاتی شعور رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ بین الاقوامی سطح پر کام کرتے ہیں لیکن زیادہ تر مقامی سطح پر کام کرتے ہیں۔ یہ ماحولیاتی تحریکات اس وقت دنیا کی سب سے زیادہ فعال، متحرک اور متنوع سماجی تحریکوں

© NCERT not to be republished

کیا جنگل ''بیابان'' ہوتے ہیں؟

جنوب کی جنگلاتی تحریکیں شمال سے اس طرح مختلف ہیں کہ اول الذکر کے جنگلات میں اب بھی انسانی آبادی موجود ہے، جب کہ آخر الذکر کے جنگلات قریب قریب انسانی آبادی سے مبرا ہیں، یا کم از کم ایسا سمجھا جاتا ہے۔ ایک حد تک یہ شمال کے بیابان کے عام خیال کی وضاحت کرتا ہے کہ بیابان کے معنی ''جنگلی مقام'' کے ہیں، جہاں لوگ نہیں رہتے۔ اِس زاویۂ نظر کے مطابق انسان کو قدرت کا حصہ نہیں سمجھا جاتا۔ بالفاظ دیگر ''ماحول'' کو ایک دور دراز مقام کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جسے پارک اور پناہ گاہیں بنا کر محفوظ کر دینا چاہیے۔ دوسری جانب جنوب کے ممالک میں زیادہ تر ماحولیاتی مسائل اس مفروضے پر مبنی ہیں کہ جنگلوں میں لوگ رہتے ہیں۔

بیابان کے نظریات آسٹریلیا، اسکینڈی نیوی ممالک، شمالی امریکہ اور نیوزی لینڈ میں نمایاں رہے ہیں۔ ان علاقوں میں ابھی تک نسبتاً کم ترقی یافتہ بیابانوں کے بڑے بڑے قطعات موجود ہیں۔ یہ صورت حال یوروپ کے اکثر ملکوں کے برعکس ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جنوب کے ملکوں میں بیابن کی تحریکوں کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ فیلپائنز میں سبز تنظیمیں چیل اور دوسرے شکار کرنے والے پرندوں کو ناپیدگی سے بچانے کی لڑائی لڑ رہی ہیں۔ ہندوستان میں بنگال کے شیر کی خطرناک طور پر کم تعداد کے تحفظ کی لڑائی لڑی جا رہی ہے۔ افریقہ میں ہاتھی دانت کی تجارت اور ہاتھیوں کے وحشیانہ ذبیحہ کے خلاف ایک لمبی مہم چھیڑی گئی ہے۔ بیابان کی جدوجہد کی کچھ مشہور ترین لڑائیاں برازیل اور انڈونیشیا اور ان بیابانی بستیوں کے تحفظ پر ہوئی ہیں جو ان متنوع جنگلاتی زندگیوں کا سہارا ہیں۔ حال میں بہت سے بیابانی مسائل کا نام بدل کر حیاتیاتی تنوع کے مسائل رکھ دیا گیا ہے۔ کیونکہ بیابانی کے تصور کو جنوبی ممالک میں مقبول بنانا مشکل ثابت ہوا ہے۔ ان میں سے بہت سی مہمات اور تحریکوں کی ابتدا اور ان کے لیے روپے پیسے کا انتظام غیر سرکاری تنظیموں نے مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر کیا ہے جیسے کہ عالمی بیابانی فنڈ (World wide wilderness Fund W.W.F)

not to be republished

میں سے ہیں۔ آج کل سماجی تحریکوں کے اندر ہی سیاسی عمل کی نئی صورتیں پیدا ہوتی ہیں یا ایجاد کی جاتی ہیں۔ یہ تحریکیں نئے نظریات اور طویل المدت تصورات کو جنم دیتی ہیں کہ ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ یہاں چند مثالوں سے واضح ہو جائے گا کہ تنوع ہی دراصل عصری ماحولیاتی تحریکوں کا طرّۂ امتیاز ہے۔

جنوب کے حصے میں جنگلاتی تحریکیں سخت دباؤ کا سامنا کر رہی ہیں۔ ان میں میکسیکو، چلی، برازیل ملیشیا، انڈونیشیا، براعظم افریقہ اور ہندوستان (چند مثالوں کے طور پر) شامل ہیں۔ تیسری دنیا میں جنگلوں کی صفائی یا کٹائی کا کام ایک تشویشناک رفتار سے جاری ہے۔ اور ماحولیاتی سرگرمیوں کے تیس سال گزرنے پر بھی یہ عمل سست نہیں ہوا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے آخری بچے ہوئے بڑے جنگلات کی تباہی و بربادی کا کام پچھلی دہائی سے اور بڑھ گیا ہے۔

زمین پر موجود صنعتوں میں معدنیاتی صنعت سب سے زیادہ طاقت ور ہے۔ عالمی معیشت میں فراخ دلی

آیئے پتا کریں

آیئے چپکو تحریک کے متعلق جانکاری حاصل کریں۔

بنگلہ دیش کے شمال مغربی ضلع دیناج پور کے قصبہ پھول باڑی میں کوئلے کی کان کو پھر سے جاری کرنے کے منصوبے کے خلاف پوری برادری احتجاج پر اتر آئی ہے۔ یہاں کئی درجن عورتیں 2006 کے کوئلہ کان کے منصوبے کے خلاف نعرے بازی کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ ہے۔

اور آزادی کے ذریعے جنوب کی اکثر معیشتیں پھر سے کثیر اقوامی کمپنیوں (MNCs) کے لیے اپنے دروازے کھول رہی ہیں۔ کان کنی یا معدنیاتی صنعت سے منسلک زمین سے خام مال کی برآمدگی، اس کی کیمیاوی اجزا کا استعمال، اس کی وجہ سے پانی کے راستوں اور زمین کی آلودگی، مقامی نباتات کی کٹائی، بستیوں اور برداریوں کا خانماں برباد ہونا، وہ اسباب ہیں جو عالمی سطح پر اس کے خلاف نکتہ چینی اور تنقید کو دعوت دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں فلپائن کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ جہاں ایک آسٹریلیائی کثیر الاقوامی کمپنی، مغربی معدنیاتی کارپوریشن، Western Mining Corporation (WMC) کے خلاف مختلف تنظیموں کے گروپ نے احتجاج کیا، خود اپنے ملک آسٹریلیا میں اس کمپنی کی مخالفت آسٹریلیا کے مقامی باشندوں کے حقوق کی وکالت کے جذبات اور نیوکلیائی مخالف جذبات پر مبنی ہے۔

ان تحریکوں میں ایک گروپ پانی کے بڑے بڑے باندھوں کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہے۔ جس کسی بھی ملک میں کوئی عظیم باندھ بنایا جا رہا ہے وہاں کوئی نہ کوئی ماحولیاتی گروپ اس کی مخالفت کرتا نظر آئے گا۔ دراصل یہ 'باندھ مخالف' تحریکیں 'دریا۔ موافق' تحریکیں ہیں جو دریاؤں اور وادیوں کے نظام کا پائیدار اور مساویانہ نظم و نسق چاہتی ہیں۔ 'شمال' میں سب سے پہلی 'باندھ مخالف تحریک' آسٹریلیا میں دریائے فرینکلن اور گردو پیش کے جنگل کو بچانے کے لئے 1980 کی ابتدا میں شروع ہوئی۔ یہ ایک بیابانی، جنگلاتی اور 'باندھ مخالف' تحریک تھی۔ حال میں 'جنوب' کے ممالک میں بڑے بڑے باندھ تعمیر کرنے کا ایک ریلا آ گیا ہے اور ترکی، تھائی لینڈ اور جنوبی افریقہ سے لے کر انڈونیشیا اور چین تک یہ عمل جاری ہے۔ ہندوستان میں کچھ اہم 'باندھ مخالف' اور دریا موافق' تحریکیں چل چکی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ معروف 'نرمدا بچاؤ اندولن' ہے۔ ان 'باندھ مخالف' اور ہندوستان کی دوسری ماحولیاتی تحریکوں میں سب سے اہم مشترکہ تصور اہنسا یعنی عدم تشدد (Non-Violence) کا ہے۔

وسائل کی جغرافیائی سیاست

وسائل کی جغرافیائی سیاست اس بارے میں ہے کہ کون، کب، کہاں، کیا اور کیسے حاصل کرتا ہے۔ وسائل ہی نے عالمی سطح پر یورپی طاقت کی توسیع کو اہم مقاصد اور ذرائع مہیا کیے ہیں۔ وسائل ہی بین الملکی حریفانہ کشمکش میں توجہ کا مرکز ہوتے ہیں۔ وسائل کے بارے میں مغربی جغرافیائی سیاست کی سوچ پر تجارت، جنگ اور طاقت کا تعلق قبضہ جمائے ہوئے ہیں اور جن کا اصل حصہ نوآبادیاتی وسائل اور بحری جہاز رانی تھے۔ کیونکہ بحری طاقت کا دارومدار لکڑی تک رسائی پر تھا تو سترھویں صدی کے بعد یورپ کی بڑی طاقتوں نے بحری کام کے لیے لکڑی کے حصول کو اوّلیت دی۔ کارآمد وسائل کی اٹوٹ سپلائی، خصوصاً تیل کی اہمیت پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کے درمیان اچھی طرح واضح ہو چکی تھی۔

سرد جنگ کے پورے عرصے میں شمال کے ترقی یافتہ ممالک نے ایسے کئی ذرائع استعمال کیے کہ وسائل کی آمد کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔ ان میں وسائل کے محل وقوع کے نزدیک اور ذرائع ابلاغ کے بحری راستوں

© NCERT not to be republished

کے نزدیک فوجی اڈے قائم کرنے کے علاوہ وسائل پیدا کرنے والے ملکوں میں دوستانہ حکومتوں کے قیام کی کوشش، کثیر الملکی کمپنیوں کی پشت پناہی اور مناسب حال بین الاقوامی معاہدوں کی حمایت شامل تھے۔ مغربی روایتی طرزِ فکر وسائل تک رسائی کے بارے میں تشویش ہی میں مبتلا رہا جس کے لیے سوویت یونین سب سے بڑا خطرہ تھا۔ ایک بڑی تشویش خلیج کے تیل کے وسائل پر اور جنوبی اور وسطی افریقہ کے خاص خاص معدنی وسائل پر اختیارات کی تھی۔

سوویت یونین کے انتشار اور سرد جنگ کے خاتمے کے بعد بھی سپلائی کی برقراری کا تحفظ اور معدنیات کے متعلق تجارتی فیصلے، خاص طور سے ریڈیو ایکٹیو سازو سامان (Radioactive materials) کے متعلق حکومتوں کو پریشان کیے رہتے ہیں۔ بہر حال موجودہ عالمی حکمت عملی میں تیل سب سے اہم وسیلہ ہے۔

بیسوی صدی کے زیادہ حصہ میں عالمی معیشت کا دارومدار تیل پر رہا جو ایک ناگزیر اور بہ آسانی لے جا سکنے والا ایندھن تھا۔ تیل سے جو بے پناہ دولت وابستہ ہے اس کی وجہ سے اس پر اختیار رکھنے کے لیے سیاسی جدوجہد کا آغاز ہوتا ہے اور پٹرولیم کی تاریخ ایک طرح سے جنگ اور جدوجہد کی داستان بھی ہے۔ مغربی اور وسط ایشیا سے بہتر یہ بات اور کہیں نہیں صادق آتی۔ وسط ایشیا، خاص طور سے خلیج کے علاقے میں جہاں دنیا کا تیس فی صد تیل نکلتا ہے۔ لیکن اس علاقے میں زمین کے تقریباً 64 فیصد تیل کے ذخیرے موجود ہیں جس کی وجہ سے یہ واحد علاقہ ہے جو دنیا کے کسی بھی قابلِ ذکر تیل کے مطالبے کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

سعودی عربیہ کے پاس دنیا کے ذخیروں کا چوتھا حصہ ہے اور تیل کی پیداوار میں وہ پہلے نمبر پر آتا ہے۔ عراق کے معلوم شدہ ذخیرے سعودی عربیہ کے بعد دوسرے مقام پر آتے ہیں۔ اور چوں کہ مزید تیل کے ذخیروں کی تلاش جاری ہے اس لیے یہ ممکن ہے کہ عراق کے تیل کے اصل ذخیرے موجودہ معروف ذخیروں سے کہیں زیادہ ہوں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ، یورپ جاپان اور ہندوستان اور چین جو اس پٹرولیم کے صارفین ہیں، تیل کے محل وقوع سے بہت دور ہیں۔

عالمی سیاست سے وابستہ ایک اور اہم اور نازک وسیلہ پانی ہے۔ علاقائی تبدیلیوں اور دنیا کے کچھ علاقوں

ہر کھلاڑی اپنی جگہ خوب ہے

’’ہماری زندگی میں پٹرولیم پر مبنی بنی ہوئی چیزوں کی تعداد لامتناہی ہے،ٹوتھ برش، پیس میکر، پینٹ...دنیا کے نقل وحمل کے ذرائع میں تیل 95 فی صد توانائی مہیا کرتا ہے۔ پوری صنعتی ترقی یافتہ دنیا تیل پر زندہ ہے۔ ہم اس کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے استعمال کے لیے تیل کے اربوں بیرل زمین کے اندر موجود ہیں۔لیکن ملکوں میں پھر بھی اختلاف ہے۔ مشکلوں میں سے ایک یہ بھی ہے‘‘

میرا تعلق کالے سونے کی سلطنت کے شاہی خاندان سے ہے۔ میں وہ ہوں جسے لوگ غلیظ دولت مند کہتے ہیں۔ جب سے میری سلطنت میں کالا سونا دریافت ہوا ہے حالات پھر ویسے نہیں رہے ہیں مسٹر بگ آئل اور ان کی حکومت ایک دن تیل تلاش کرتے ہوئے آئے۔ ہم نے تیل دریافت کیا اور ایک معاہدہ بھی کیا۔ انھوں نے مجھ کو اتنا مسلح کر دیا کہ تکلیف ہونے لگی جب میں کھسیانی ہنسی ہنستا ہوں میری رعایا مجھ کو خوف سے دیکھتی ہے۔ اس کے بدلے میں بگ آئل اور ان کی اولاد میرا تیل خریدتی ہے اور وفاداری بھی۔ میں اور وہ دونوں دولت مند اور خوش ہیں، میں نے اس سرزمین پر ان کی فوجوں کی موجودگی سے آنکھیں بند کر لی ہیں، مجھے قیمتی اشیا پسند ہیں۔ بگ آئل کا کہنا ہے کہ ان کے صدر کی نظر میں آزادی اور جمہوریت کی بڑی وقعت ہے۔ لہٰذا میں نے ان دونوں کو اپنی سرزمین میں محفوظ طریقے سے تالے اور کنجی میں بند کر رکھا ہے۔

شیخ پٹروڈولّاہ کالے سونے کی زمین کے بادشاہ

مشورے کے مطابق میں نے خود سے سوال کیا کہ میں اپنے ملک کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔ میرے ملک کو تیل کی بے پناہ بھوک ہے۔تو...اپنے ملک کے لیے تیل مہیا کرو۔ میں آزادانہ تجارت کے نظام پر یقین رکھتا ہوں۔ دور دراز ملکوں میں تیل کھودنے کی آزادی، مٹی کے مادھو جیسے سلطان اور حکمران تیار کرنے کی آزادی تا کہ وہ مقامی آبادی کو دور رکھ سکیں، اور ماحولیات کو تباہ کرنے کی آزادی۔

ہم کوئی سیاست نہیں کھیلتے۔ ان کی انتخابی مہم میں پیسہ دیتے ہیں اور ان سے اپنی کمپنیوں میں سرمایہ کاری کراتے ہیں۔ اس طرح سے ہمیں احمقوں کی طرح ٹی وی کیمرہ کے سامنے مسکرانا اور ہاتھ ہلانا نہیں پڑتا۔

مسٹر بگوئل، بگوئل اینڈ سنز کے CEO

زندگی میں موج مستی

ہمارے گیرج کے باہر ایک حسینہ پارک کی ہوئی کھڑی ہے۔خوبصورت! ہے نا...؟ ملائم کروم فینش، پاور اسٹیرنگ، بہترین پک اپ اور پٹرول میں کم خرچ، آلودگی بھی کم اور تم جانتے ہو ماحول کے لیے بھی خوش گوار، عالم گیری گرمی وغیرہ وغیرہ...اور اب ہمیں جلدی ہے اور ہم اس کے ساتھ بھاگنا چاہتے ہیں۔ ایک بہتر زندگی کے لیے۔ خدا ہر ایک کو محفوظ رکھے۔ دھوم مم مم

مسٹر اینڈ مسز گوبل ڈو

ٹوپلٹن آزادی اور جمہوریت کا دفاع کرتا ہے۔ اس لیے وہ توپوں اور میزائیلوں کے سلسلے میں کافی سخی ہیں۔ جو اس نے ہمیں حملہ آور بد معاشوں کے خلاف لڑنے کے لیے دی تھیں۔ بلکہ اس نے تو ہمیں ٹریننگ بھی دی تھی۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ دراصل وہ تیل کے چکر میں تھا۔ بگ آئل ہمیشہ ہماری خوشامد میں لگا رہتا ہے۔ لیکن ہم جنگی کھیلوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں اب ہمارے اپنے قانون ہیں۔

ٹوپلٹن کی حکومت کھیل کے قانون بدلتی رہتی ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہم میں سے کچھ اب ٹوپلٹن سے نفرت کرتے ہیں۔ اس کی حکومت سے بھی اور اس کے عوام سے بھی۔ یقیناً ان کی دی ہوئی گولیاں اور میزائل اس وقت بہت کار آمد ثابت ہوتے ہیں جب ہم ان کو ان ہی کے کھیل میں مات دینا چاہتے ہیں۔ غلطی نہ کرنا۔ ہم خطا کار ہیں۔

خطا کار، بے قابو توپ کے گولے

دنیا کا زیادہ تر حصہ پانی ہے لیکن اس کے باوجود کارٹونسٹ نے یہاں زیادہ حصہ زمین کا دکھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ تصویر کس طرح پانی کی کمیابی کو پیش کرتی ہے۔ یہ پانی کے اوپر جھگڑے خود ہمارے ملک میں ہونے والے پانی کے اوپر اختلافات سے کیا الگ ہیں؟

میں پانی کی مستقل کمی اس جانب اشارہ کرتی ہے کہ اکیسویں صدی کے اہم تنازعات میں سے مشترکہ تازہ پانی کے وسائل پر جھگڑا اور اختلاف بھی اہم ہوگا۔ عالمی سیاست کے کچھ مبصرین نے زندگی بخشنے والے اس وسیلہ پر ہونے والے پُرتشدد اختلاف کو 'پانی کی جنگ' کا نام دیا ہے۔ مشترکہ دریاؤں والے ممالک کے درمیان کئی باتوں میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر نشیب والی ریاستیں (جس طرف دریا کا رُخ ہے) بلندی والی ریاستوں (جس طرف سے دریا آ رہا ہے) پر آلودگی، حد سے زیادہ آبپاشی، ڈیم کی تعمیر وغیرہ کا الزام عائد کرتی ہیں جو ان کے خیال میں اُن کے حصے میں آئے ہوئے پانی کی افادیت یا کوالٹی کو کم کر دیتی ہے۔ ریاستوں نے پانی کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے یا ان کو محفوظ رکھنے کے لیے طاقت کا استعمال بھی کیا ہے۔ طاقت کے استعمال کی بہت واضح مثال 1950 اور 1960 کی دہائیوں میں اسرائیل، شام اور اُردن کے درمیان ہونے والی فوجی چپقلشیں تھیں جو دریائے اردن اور دریائے یرموک کے پانی کے استعمال پر ہوئی یا ماضی قریب میں دریائے فرات کے اوپر ڈیم کی تعمیر کے سلسلہ میں عراق، شام اور ترکی میں جو فوجی کارروائیاں ہوئیں۔ ایک مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ممالک جن کے دریا مشترک ہیں۔ اور اکثر ممالک کے دریا مشترک ہیں، وہ ایک دوسرے سے فوجی تنازعہ میں الجھے ہوئے ہیں۔

اصل قدیمی باشندے اور ان کے حقوق

دیسی باشندوں کا مسئلہ ماحولیات، وسائل اور سیاست کو بھی ساتھ میں جوڑتا ہے۔ اقوام متحدہ قدیمی باشندوں کی تعریف یا پہچان اس طرح سے کرتی ہے کہ یہ ان لوگوں کی اولاد ہیں جو کسی مخصوص علاقہ میں اس وقت آباد تھے جب کہ ایک دوسری نسل اور تمدن کے لوگوں نے دنیا کے دوسرے علاقوں سے وہاں آ کر بستیاں بسائیں اور ان پر حاکم ہوگئے۔ اصل مقامی باشندے اب بھی اپنی پرانی تہذیب معیشت اور ریت رواج اور رسوم کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں بجائے اس ملک کے حاوی وغالب تمدن کے جس میں وہ رہتے ہیں۔

ہمارے اپنے ملک میں پانی کے جھگڑوں سے یہ جھگڑے کس طرح مختلف ہیں؟

© NCERT not to be republished

عالمی سیاست کے تناظر میں آخر ان تیس کروڑ قدیمی باشندوں کے جوبشمول ہندوستان دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں مشترکہ مفادات کیا ہے؟ فلپائن کے کورڈیلیرا (Cordillera) علاقے میں بیس لاکھ قدیمی باشندے، چلی میں دس لاکھ ماپُو چے لوگ، بنگلہ دیش کی چٹاگانگ پہاڑیوں کے سلسلے میں چھ لاکھ قبائلی، شمالی امریکہ میں پینتیس لاکھ اصل اور قدیم باشندے (Native) نہر پناما کے مشرق میں پچاس ہزار کُنا (Kuna) اور شمالی سوویت میں دس لاکھ اسمال (small) لوگ بستے ہیں۔ دوسری سماجی تحریکوں کی طرح قدیمی باشندے بھی اپنی جدجہد، پروگرام اور حقوق کی بات کرتے ہیں۔

قدیمی باشندوں کا اوّلین مطالبہ ہے کہ ان کو بھی عالمی برادری میں برابری کا درجہ دیا جائے۔ قدیمی باشندے وسطی اور جنوبی امریکا، افریقہ، ہندوستان (جہاں وہ قبائلیوں کے نام سے جانے جاتے ہیں) اور جنوب مشرقی ایشیا میں رہتے ہیں۔ بحرالکاہل کے اکثر جزائری ممالک (نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کی شمولیت

ہم قدیمی باشندوں اور ان کی تحریکوں کے متعلق زیادہ کیوں نہیں جاتے؟ کیا میڈیا ان کے خلاف تعصب برتتا ہے؟

کے ساتھ) اب سے ہزاروں برس پہلے سے پولینیشین (Polynesion)، مالی نیشین (Malanesion) اور مائی کرونیشین (Micronesion) لوگ آباد تھے۔ یہ حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کے وجود کو اپنی ایک الگ شناخت کے ساتھ تسلیم کرے۔ ''بہت قدیم زمانے سے، یا ناقابل یادداشت عہد وہ اصطلاح ہے جو قدیمی باشندے اپنی اصل زمین پر قبضہ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ قدیمی باشندوں کے مختلف سماجوں میں، ان کے جغرافیائی محل وقوع سے قطع نظر، زمین اور نظام زندگی کے بارے میں ان کے تصورات میں غضب کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ زمین کے چھن جانے کا مطلب ایک اہم معاشی وسیلے کا ختم ہوجانا ہے اور یہ قدیمی باشندوں کی بقا کے لیے واضح خطرہ ہے۔ کیا بغیر جسمانی بقا کے سیاسی آزادی کا لطف اٹھایا جاسکتا ہے؟

ہندوستان میں قدیمی باشندے کی اصطلاح کا اطلاق عام طور سے شیڈولڈ قبائل پر ہوتا ہے جو ملک کی

ماحول کا ایک نوالہ
کیا آپ اس خیال سے متفق ہیں کہ ایک ترقی یافتہ شہری باشندہ فطرت کے بارے میں زیادہ لالچی ہوتا ہے۔

آبادی کا کم و بیش آٹھ فی صد حصہ ہیں۔ شکاریوں اور چیزیں چگنے والوں کی کچھ چھوٹی برادریوں کو چھوڑ کر، ہندوستان کے قدیمی باشندوں کی اکثر تعداد زندگی گزارنے کے لیے کاشت کاری پر انحصار کرتی ہے۔ اگر ہزاروں سال سے نہیں تو سینکڑوں سال سے تو یقیناً ان کو زمین پر اپنی مرضی کے مطابق یا اپنی دسترس اور قوت کے مطابق کاشت کرنے کی آزادی تھی۔ لیکن برطانوی حکومت کے آنے کے بعد شیڈولڈ قبائل کے علاقے باہری طاقتوں کے زیر اثر آ گئے۔ اور اگرچہ ان کو دستوری تحفظ حاصل ہے لیکن ملک کی ترقی کے فائدوں میں سے ان کو کچھ زیادہ حاصل نہیں ہوسکا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آزادی کے بعد جتنے بھی ترقیاتی پروجیکٹ تیار کیے گئے اور ان کی بدولت لوگ گھر سے بے گھر ہوئے، قدیمی باشندوں کا گروپ ان میں سب سے بڑا ہے۔

قدیمی مقامی باشندوں کے حقوق سے متعلق مسائل کو اندرونی اور بین الاقوامی سیاست میں ایک طویل عرصے سے نظر انداز کیا جارہا ہے۔ 1970 کی دہائی کے دوران، قدیمی مقامی باشندوں کے دنیا بھر کے رہنماؤں کے درمیان بڑھتے ہوئے روابط نے ان کو ایک مشترکہ مفاد کا شعور بخشا اور تجربے کا ساجھی دار بھی۔ 1975 میں قدیمی مقامی باشندوں کی عالمی کونسل (The World Council of Indigenous Peoples) کا قیام عمل میں آیا۔ کچھ دنوں بعد اس کونسل کو اقوام متحدہ میں گیارہ قدیمی غیر سرکاری (NGOs) تنظیموں میں صلاح کار کی حیثیت سے شامل کر لیا گیا۔

آگے نویں باب میں عالم گیریت (globalisation) کے خلاف تحریکوں پر جو بحث کی گئی ہے ان میں سے اکثر کا مرکزی خیال مقامی قدیمی باشندوں کے حقوق پر ہے۔

آیئے، مل جُل کر کریں

اقدام:

- ہر طالب علم کو دس ایسی چیزوں کی فہرست بنانے کو کہا جائے جو وہ روزانہ استعمال کرتا ہے۔ (اس فہرست میں کاغذ، قلم، ربر، کمپیوٹر اور پانی وغیرہ شامل کیے جاسکتے ہیں)
- ہر طالب علم یہ معلوم کرے کہ ان چیزوں کے بنانے میں قدرتی وسائل کا استعمال کتنا ہوا ہے (بنائی ہوئی چیزوں جیسے قلم، کمپیوٹر پر طالب علم وسائل کی مقدار کا اندازہ لگائے گا لیکن پانی وغیرہ جیسی چیزوں پر وہ اس کی پمپنگ اور صفائی پر خرچ ہوئی بجلی کا اندازہ لگا سکتا ہے) ہر طالب علم مقدار کا اندازہ لگائے گا اور مناسب تخمینہ تک پہنچے گا۔

استاد کے لیے ہدایات

- تمام فہرستوں کو اکٹھا کر کے، ان وسائل کو جمع کیجیے۔ جو اس کلاس کے طلبا نے مجموعی طور سے صرف کیے ہیں (طالب علم یہ کام خود کریں، استاد صرف رابطے کا کام کرے)
- کلاس کے مجموعی خرچ کا موازنہ اسکول کی دوسری کلاسوں سے کیجیے، پھر اسکول کے مجموعہ کا موازنہ ملک کے دوسرے اسکولوں سے کیجیے اور یہ موازنہ دنیا کے دوسرے ملکوں سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ (استاد کو دوسرے ملکوں میں طلبا کے ذریعے استعمال ہونے والے وسائل کا علم ہونا چاہیے۔ ملکوں کے انتخاب میں استاد کو یہ دھیان رکھنا چاہیے کہ وہ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں حصوں میں سے ہونے چاہئیں)
- طلبا سے کہیے کہ وہ ان وسائل کی مقدار کا تصور کریں جو ہم استعمال کر رہے ہیں اور مستقبل کے خرچ کے بارے میں اندازہ لگائیں۔

© NCERT not to be republished

مشقیں

1- مندرجہ ذیل میں سے کون سا بیان ماحول کے بارے میں بڑھتے ہوئے اندیشوں کو بہتر طریقے سے بیان کرتا ہے؟
(a) ترقی یافتہ ممالک 'قدرت' کو محفوظ رکھنے کے بارے میں فکرمند ہیں۔
(b) فطری مسکنوں اور قدیمی باشندوں کے لیے ماحول کا تحفظ لازمی ہے۔
(c) انسانی سرگرمیوں کے باعث ماحولیاتی انحطاط ایک جاری رہنے والی چیز بن گئی ہے اور یہ خرابی خطرناک سطح تک پہنچ گئی ہے۔
(d) اوپر میں سے کوئی بھی نہیں۔

2- ہر بیان کے آگے جو 'زمین کی چوٹی کانفرنس' سے متعلق ہے، صحیح یا غلط کا نشان لگائیں:
(a) اس میں 170 ملکوں، ہزاروں NGOs اور اکثر MNCs نے شرکت کی تھی۔
(b) یہ چوٹی کانفرنس اقوام متحدہ کی سرپرستی میں ہوئی تھی۔
(c) پہلی بار عالم گیر ماحولیاتی مسائل کو سیاسی سطح پر ٹھوس شکل دی گئی۔
(d) یہ ایک چوٹی کانفرنس تھی۔

3- 'عالم گیر مشترکات' کے بارے میں کون سے بیان صحیح ہیں؟
(a) زمین کا ماحول، قطب جنوبی، سمندر کی تہہ اور خلا کو عالم گیر مشترکات سمجھا جاتا ہے۔
(b) 'عالم گیر مشترکات' کسی بھی اقتدار اعلا کی حدود سے باہر ہیں۔
(c) 'عالم گیر مشترکات' کے انتظام کے سلسلہ میں 'شمال اور جنوب' کی کشمکش ظاہر ہوگئی ہے۔
(d) شمال کے ملک 'عالم گیر مشترکات' کے تحفظ کے لیے جنوب کے ممالک سے زیادہ فکرمند ہیں۔

4- ریو ڈی جنیرو کانفرنس کے کیا نتائج تھے؟

5 'عالم گیر مشترکات' کے کیا معنی ہیں۔ اور ان کو کیسے استحصال اور آلودہ کیا جاتا ہے؟

6- 'مشترک لیکن ممتاز ذمہ داری' کے کیا معنی ہیں۔ ہم اس نظریہ کو کیسے عمل میں لا سکتے ہیں؟

7- کن وجوہات کی بنا پر 1990 کے بعد سے عالمی ماحولیاتی تحفظ سے متعلق مسائل ملکوں کی فوری توجہ کے مستحق ہوگئے؟

8- ''سمجھوتہ اور موافقت دو ایسی پالیسیاں ہیں جو کرہ ارض کو بچانے کے لیے ملکوں سے متوقع ہیں۔'' ماحولیاتی مسائل پر شمال اور جنوب کے درمیان ہو رہی گفتگو کی روشنی میں اس بیان کو اور مضبوط کیجیے۔

9- ریاستوں کے سامنے سب سے مشکل چیلنج یہ ہے کہ معاشی فروغ کو بغیر کسی مزید عالمی ماحولیاتی نقصان کے جاری رکھا جائے۔ ہم یہ مقصد کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ کچھ مثالوں کے ساتھ واضح کیجیے۔

© NCERT not to be republished